www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی کامل بندگی ہی تمام مسائل کا حل ہے!

اسلام اللہ کی 'اطاعت کاملہ' بجالانے کا نام ہے۔ اللہ کی یہ بندگی (عبادت وعبدیت) دیگر مذاہب کی طرح محض پوجاپاٹ کا تصور نہیں بلکہ زندگی کے ہر مرحلے؛ شخصی وانفرادی یا اجتماعی وملّی ہر میدان میں اللہ کے احکام وہدایات پر چلنے کا نام ہے۔ انبیا کا مقصدِ بعثت یہی رہا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اس کی لوگوں کو تلقین وتعلیم کریں۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے :

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ۴۵ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۴۶ ﴾[1]

"اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو (رسول بناکر) گواہیاں دینے، خوشخبریاں سنانے اور آگاہ کرنے والا بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کے فریضہ رسالت کی یوں تلقین کی کہ

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾[2]

"اپنے ربّ کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے..."

﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾[3]

"اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے ربّ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچادیجیے۔ اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔"

نبی کریم ﷺ نے یہ فرض بہ تمام وکمال پورا فرمایا اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اس کی تصدیق حاضرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان الفاظ میں چاہی کہ

۱ سورۃ الاحزاب: ۴۶،۴۵
۲ سورۃ النحل: ۱۲۵
۳ سورۃ المائدۃ: ۶۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ» .... قَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالُوا: نَعَمْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ[1]

"خبر دار ہو جاؤ! جاہلیت کے سود معاف کر دیے گئے ہیں، اب تمہارے لیے صرف تمہارے اصل مال لینے کی ہی اجازت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: یاالٰہی! کیا میں نے پہنچا دیا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ہاں، تین مرتبہ... پھر آپ نے بھی تین مرتبہ کہا: یاالٰہی! اس پر گواہ ہو جا۔"

رسولوں کے پہنچا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنا یہ حق جتایا ہے، فرمانِ نبویؐ:

«هَلْ تَدْرِي ما حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «حَقُّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ... »[2]

"یا معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔"

اللہ کی اس بندگی کا مطلب زندگی کے ہر ہر مرحلہ پر ربّ کریم کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا اور اسے ہر لمحہ اپنے اوپر لاگو کرنے کی جہدِ مسلسل کرنا ہے۔ جب ہم اللہ کی اس بندگی کو صرف اپنے عقائد اور عبادات و مناکحات (نکاح و طلاق) تک محدود کر لیتے ہیں اور یہ باور کرتے ہیں کہ سیاست و عدالت، معیشت و معاشرت اور تعلیم و ابلاغ میں ہمیں اللہ یا اپنے دین کی ہدایات کی ضرورت نہیں تو یہ بھی اللہ کی بندگی اور عبادت سے انحراف ہے اور یہی سیکولرزم ہے کہ مسجد و عبادت یعنی پرائیویٹ زندگی کے علاوہ، ہر دو افراد کے باہمی رہمہ نوعیتی معاملات میں اللہ کی تعلیمات و ہدایات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے رسولوں کو مبعوث کیا کہ وہ لوگوں پر اللہ کی اطاعت کے تقاضے واضح کر دیں اور رسولوں کی یہ تعلیمات زندگی کے ہر ہر میدان میں ہیں۔ تجارت اور معاملات سے لیکر، سیاست و معاشرت کے جمیع میدانوں میں... :

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ

١ سنن ابوداود: ۳۳۳۴
٢ صحیح بخاری: ۵۸۶۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرُّسُلِ ؕ ﴾[1]

”ہم نے اُنہیں رسول بنایا، خوشخبریاں سنانے اور آگاہ کرنے والے تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رہ نہ جائے۔“

اللہ تعالیٰ کے رسول کسی بھی معاشرے میں انقلاب بپا کر دیتے ہیں، ایک بدحال معاشرے کو اوجِ کمال تک پہنچا دیتے ہیں، رسولوں کی تعلیمات پر چلنے والوں کی آخرت کے ساتھ دنیا بھی سنور جاتی ہے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عرب کا بدترین معاشرہ محمدی تعلیمات کی روشنی سے منور ہو کر، چند ہی دہائیوں میں دنیا کی صالح ترین قوم بن گیا، اسلام پر عمل کرنے سے اُنہیں دین کی برکت کے ساتھ دنیا میں بھی عظمتیں نصیب ہوئیں۔ دنیا کی سپر طاقتیں اس دعوتِ نبوی کے بعد اُن کے سامنے ٹھہر نہ سکیں، نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی کی تھی کہ میں قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھوں میں دیکھ رہا ہوں، جو حرف بحرف پوری ثابت ہوئی...:

«یا عدی بن حاتم! أسلِم تسلم، فلعلّك إنما یمنعك من الإسلام أنك ترٰی بمن حولی خصاصة وأنك ترى الناس علینا إلبا. هل رأیت الحیرة، فلیوشكن أن الظعینة ترحل من الحیرة بغیر جوار حتی تطوف بالبیت، ولیفتحنّ علینا كنوز كسرٰی بن هرمز، ویوشك أن لا یجد الرجل من یعطی ماله صدقة»[2]

”اے عدی بن حاتم! اسلام قبول کرلے، تو فلاح پا جائے گا۔ شاید کہ تیرے اسلام سے گریز کی وجہ یہ ہے کہ تو میرے ارد گرد حاجت مندوں کو دیکھتا اور لوگوں کو ہمارے خلاف مجتمع پاتا ہے۔ تو نے 'حیرہ' مقام کو دیکھا ہے؟ وہ وقت آنے والا ہے جب ایک عورت حیرہ سے کسی ہمراہ کے بغیر بے خوف و خطر اکیلی بیت اللہ کے طواف کو نکلے گی۔ اور عنقریب کسریٰ بن ہرمز کے خزانے ہم پر کھول دیے جائیں گے۔ اور وہ وقت بڑا قریب ہے جب آدمی کو صدقہ وصول کرنے والا نہ ملے گا۔“

اس فرمانِ مبارکہ میں اسلام لانے والوں کو امن وامان، قومی طور پر دنیا کی سپر طاقت اور شخصی طور پر مال و دولت کی فراوانی کی خوشخبری دی گئی ہے، اور چند ہی سالوں میں یہ سب کچھ

۱ سورۃ النساء: ۱۶۵

۲ مسند احمد: ۴/ ۳۷۷، رقم ۱۹۳۹۷؛ مستدرک حاکم: ۴/ ۵۶۴، رقم ۸۵۸۲ و قال: صحیح علی شرط الشیخین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کے سینے پر واقع ہو گیا۔ مقامِ غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معاشرے میں کس ذریعے سے انقلاب بپا کیا، ان کا کارنامہ کیا سائنس وٹیکنالوجی کا انقلاب تھا، یا آپ نے اپنی قوم کو ناقابل تسخیر اقتصادی طاقت بنانے کی جدوجہد کی تھی۔ یا اپنی قوم کا شہری انفراسٹرکچر، سڑکیں، پل، پلازے، سیورج، سٹریٹ لائٹس اور تمدن میں انقلاب بپا کرنے کو ہدف بنایا تھا، یا اپنی قوم کے ہر شہری کو روٹی کپڑا اور مکان کی ضمانت فراہم کی تھی، یا اُن کو ملازمتیں اور روزگار مہیا کر دی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہے۔

انبیا کی سیرت کا مطالعہ کریں تو رسولوں نے ظاہری چیزوں کی اصلاح کی بجائے انسان کو اپنا مخاطب بنایا اور انسانوں کے دلوں کی دنیا تبدیل کرنے پر ساری توجہ صرف کی۔ اپنے پیروکاروں کے ہدف اور منزل کو اس ظاہری دنیا سے نکال کر، اللہ عزوجل کی رضا کی عظیم الشان منزل کی طرف لے جانے کی سعی مسلسل کی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

«أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ»[1]

"خبردار ہو جاؤ، جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب... وہ دل ہے۔"

رسولوں کی دعوت لوگوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے ہوتی ہے، دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی رضا کے ہر دم حصول کی جدوجہد... دنیا کی رنگینیوں میں مگن ہونے اور دنیا بنانے کی بجائے اپنے خالق کے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرنا۔ جب دل کی دنیا بدلتی ہے، ہدف و منزل بدلتا ہے تو دنیا کے مفادات انسان کو ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔ انسان میں اس کا دل ہی سب سے مرکزی حیثیت رکھتا جو ایمان کا منبع و مرکز ہے۔ اس دل کے تابع ہی انسان کا دماغ اور پورا جسم وجان ہے۔ جب دل پر اللہ حکومت قائم ہو جاتی ہے تو نظریات و معتقدات تبدیل ہونا شروع ہوتے ہیں۔ دل بدلتا ہے تو انسان بدلتا ہے، اس کے طور اطوار بدلتے ہیں۔ انسان کا جسم اللہ کا مطیع ہوتا ہے تو انسان کی اطاعت کے ساتھ، اس کی آل اولاد، اس کا کنبہ قبیلہ، اس کا کاروبار وتجارت سب اللہ کے لیے ہو جاتا ہے۔ اس انسان کو خالق ارض وسمانے جو جو نعمتیں عطا کی ہیں، ایک مطیع دل کا مالک مسلمان، ان تمام نعمتوں میں اللہ کے احکام کو جاری وساری کرنا شروع کر

1 صحیح مسلم: ۱۰۷... باب اخذ الحلال وترک الشبہات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ اس کائناتِ ارضی میں سب سے اہم چیز انسان ہے اور انسان میں سب سے قوی چیز اس کا دل ہے جو فکر وخیال اور قوت وطاقت کا منبع ہے۔ اعتقادات و نظریات درست ہو جائیں تو پھر یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ہی بنائی اور اس کے لیے مسخر کی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾[1]

"وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔"

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾[2]

"اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو تابع بنا دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ۔ اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے۔ جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔"

انسان ہی اشرف المخلوقات اور مقصودِ کائنات[3] ہے۔ رسل وانبیا ظاہری اور مادی چیزوں کی اصلاح کی بجائے انسان کی اصلاح پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ دنیا کی تمام چیزیں انسان سے متعلقہ یا اس کی ماتحت ہیں۔ جب ان میں مرکزی 'فرد' کی اصلاح ہو جاتی ہے، تو یہ ساری چیزیں بھی ایک مقصد و مرکز پر جمع ہو جاتی ہیں۔ گویا مال و دولت، زمین، اولاد و کنبہ، حکومت و ریاست، تجارت و معیشت، معاشرت و تمدن، میل جول، رویے رجحانات کی اصلاح و فلاح کا آغاز فرد کی اصلاح سے ہوتا ہے۔ اگر ان تمام چیزوں کی بنیادی اکائی درست اور صالح نہیں، تو مجموعہ واجتماع کیوں کر صالحیت و عبدیت پر قائم ہوگا؟

رسولوں نے معاشرے میں انقلاب انسانوں کے قلب وذہن میں تبدیلی لا کر پیدا کیا۔ رسول اللہ کی طرف سے مستند تعلیمات پیش کرتے ہیں، اور ان تعلیمات کے مطابق اپنی عملی

2014

۱ سورۃ البقرۃ:۲۹

۲ سورۃ الجاثیہ:۱۲

۳ بزبانِ اقبالؒ: خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال پیش کرتے ہیں۔ قرآن کی زبان میں تلاوتِ آیات، تزکیہ نفس، کتاب وحکمت[1] کی تعلیم اور اس کے مطابق اپنی عملی زندہ جیتی جاگتی مثال یعنی اسوہ حسنہ[2] کو پیش کرنا۔ یعنی رسول صرف تعلیم نہیں دیتے بلکہ انسانوں کی تربیت کرتے ہیں، عملی زندگی میں اپنی ذات پر اس کو قائم کرکے دکھاتے ہیں کہ وہ کس طرح ہر میدان میں اللہ کی بندگی کرنے والے، اس کے پیغام کو پھیلانے والے، کارزارِ حیات میں اس کے لیے ہمہ تن جدوجہد کرنے اور تکلیفیں برداشت کرنے والے اور اس دین الٰہی کے فروغ وتحفظ کے لیے ہر طرح کی تدبیر کرنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول جو معاشرے میں سب سے مؤثر، سب سے حقیقی اور بامقصد تبدیلی لاتے ہیں، ان تمام کاوشوں کا محور ومرکز انسان ہی کی ذات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا فرمایا، اور اس پر اپنی بندگی کا حق قائم وعائد کیا، اور رسول زندگی کے ہر میدان میں اس بندگی کو قائم ودائم کردیتے ہیں۔

اللہ کی بندگی سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں!

اس انسان کو حاصل تمام صلاحیتوں، انعامات اور وسائل، مال ودولت، رزق، زمین وجائیداد سب پر بظاہر انسان کا حکم چلتا ہے۔ ایک مطیع ومسلمان شخص اپنے ہر معاملے میں اللہ کے احکام کا پابند ہوتا ہے، اس طرح ان تمام چیزوں پر جو اسی اللہ رازق ومالک ربّ ذوالجلال کی عطا ہیں، اللہ کا حکم جاری وساری ہوجاتا ہے۔ جب انسان کا دل صالح ہوجاتا ہے تو معاشرہ صالح ہوجاتا ہے۔ اور جب معاشرہ صالح ہوجائے، اللہ کے احکامات پر کاربند ہوجائے تو پھر اللہ کی نعمتیں زمین وآسمان سے بے تحاشا برسنا شروع ہوجاتی ہیں:

﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾[3]

"اور اگر یہ لوگ تورات وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، ان کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں

١ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

٢ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

٣ سورۃ المائدۃ: ۶۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاتے اور کھاتے۔"

اللہ کی اطاعت وبندگی اور اس کے لیے یکسو ہو جانے کی انسان کی زندگی میں کس قدر اہمیت ہے، اس کا پتہ نبی کریم ﷺ کی اس دعوت سے بھی چلتا ہے جو آپ نے قریش مکہ کو دی۔ جب جناب ابو طالب مریض ہو گئے اور نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے تو اس موقع پر رؤسائے قریش نے موقع غنیمت جانا کہ آپ پر ابو طالب کا دباؤ استعمال کیا جائے۔ ابو جہل گویا ہوا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے، اس کی سرزنش کیجیے تو ابو طالب کے جواب میں آپ نے فرمایا:

«إِنِّي أُرِيدُ مِنْهُمْ كَلِمَةً وَاحِدَةً، تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمُ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ». قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً. قَالَ: «كَلِمَةً وَاحِدَةً». قَالَ: «يَا عَمِّ! قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ». فَقَالُوا: إِلَهًا وَاحِدًا ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾[1]

"میں تو انہیں ایک کلمہ کی تلقین کرتا ہوں کہ اگر مان لیں گے، تو عرب ان کے مطیع اور عجم باج گزار بن جائیں گے، دنیا کی فرمانروائی ان کو ملے گی۔ ابو طالب بولے: صرف ایک کلمہ، آپ نے جواب دیا: بالکل صرف ایک کلمہ... یہ اللہ کی توحید کا اقرار کر لیں۔ سرداران قریش بولے: "ایک الہ، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا... ہم نے تو یہ بات پچھلے کسی دین میں بھی نہیں سنی، کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے۔"

غور کیجیے کہ کلمہ توحید میں ایسی کیا قوت ہے جو صادق وامین ﷺ اس کو خلوص دل سے تسلیم کر لینے پر دنیا جہاں کی حکمرانی کی نوید سنا رہے ہیں۔ یہ کلمہ توحید، تمام انبیا کی دعوت کا اصل الاصول[2] اور مرکزی نکتہ[3] رہا ہے، یہی اسلامی عساکر کی بنیادی دعوت رہی ہے۔ اور اس کی روح کے مطابق عمل کر لیا جائے اور اپنی پوری زندگی کو عبادت وعبدیت کے تقاضوں میں ڈھال لیا جائے تو کوئی بھی فرد اور ملت دنیا کی سپر پاور بن جاتی ہے۔ زبانِ رسالت اور تاریخ سے یہی ثابت

۱ جامع ترمذی: ۳۲۳۲

۲ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ الانبیا: ۲۵

۳ «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ» صحیح بخاری: ۱۳۹۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاے کرام کا پیغام سوچ و فکر کے مرکز و محور کو متعین کر لینے کا ہوتا ہے۔ انسان کی اصلاح کا ہوتا ہے۔ جب انسان کی اصلاح ہو جاتی ہے تو اس انسان کے تمام متعلقات کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔

اسلام دنیا کو بھی 'حسنہ' بناتا ہے!

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مال و دولت، ترقی، دنیا میں حکومت و غلبہ، خوشی واطمینان، اور اللہ کی بے پایاں نعمتوں کا اسلام کسی طور مخالف نہیں ہے۔ لیکن ان نعمتوں کے حصول کا طریقہ براہِ راست نہیں۔ اسلام نے کہیں یہ نہیں کہا کہ مال جمع کرنے اور حکومتیں حاصل کرنے میں ساری صلاحتیں کھپا دو، نعمتوں کی بھرپور جدوجہد کرو بلکہ یوں کہا ہے کہ اللہ کی رضا واتباع اور زندگی کے ہر میدان میں اس کی بندگی کے تقاضے پورے کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ انعامات بھی عطا کرے۔ یہ سب نعمتیں اللہ کی عطا اور تحفہ ہیں۔ پہلے دیکھیے کہ اسلام نے نعمتوں کے حصول کا طریقہ کیا بیان کیا ہے پھر ان نعمتوں کے براہِ راست حصول کی نفی کا تذکرہ آگے...

① کسی فرد اور ملّت کے لیے عظیم الشان نعمت دنیا میں اقتدار واختیار اور امن وامان ہے، اس کے حصول کا طریقہ ربّ العالمین نے یوں بیان کیا کہ میری بندگی کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، ایمان لائیں اور عمل صالح کریں تو اللہ اُن کو زمین کا وارث بنا دے گا

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵﴾[1]

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں حکومت دے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو اُن سے پہلے تھے اور یقیناً اُن کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور اُن کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، بس وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ

1 سورۃ النور:۵۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرائیں گے۔ اتنے (واضح وعدے) کے بعد بھی جو لوگ انکار کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔"
پیچھے رؤسائے قریش کو کلمہ توحید پڑھنے پر دنیا میں غلبہ و حکومت کا وعدہ، عدی بن حاتم کو اسلام لانے پر تین خوشخبریوں کا وعدہ کہ امن وامان، کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کا مل جانا، صدقہ قبول کرنے والے کا نہ ملنا وغیرہ بھی یہی بتاتے ہیں کہ ان نعمتوں کو براہِ راست حاصل کرنے کے بجائے اسلام نے انہیں اللہ کی بندگی کی تلقین کی اور اس کا ثمرہ و نتیجہ قرار دیا ہے۔ دنیا کی براہ راست جدوجہد کی بجائے اللہ کی بندگی اور خلوص سے یہ نعمتیں دائمی نصیب ہوتی ہیں۔ اگر اس کے بغیر حاصل ہو بھی جائیں تو یہ غلبہ وقتی اور یہ برکات عارضی ہوتی ہیں۔ اس آیت کریمہ کی رو سے بھی دائمی، متوازن اور کامل نعمتیں اللہ تعالیٰ کی بندگی، شرک کا خاتمہ، ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

(۲) لوگوں میں مقبولیت اور شہرت و عزت اللہ کا عظیم الشان انعام ہے، اس کا طریقہ یہ بیان کیا کہ اللہ سے محبت کرو، اس کے لیے نفرت کرو، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت ڈال دیں گے:

«إِذَا أَحبَّ اللهُ عَبْدًا قَالَ: يَا جِبْرِيلُ! إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي السَّمَاوَاتِ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُلْقَى حُبُّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيُحَبُّ. وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا قَالَ: يَا جِبْرِيلُ! إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ. فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي السَّمَاوَاتِ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، فَيُوضَعُ لَهُ الْبُغْضُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ، فَيُبْغَضُ.»[1]

"جب اللہ تعالےٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل کو کہتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبریل آسمان میں منادی کروا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں، تم بھی اسے محبوب رکھو۔ پھر اس کی محبت اہل زمین کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور وہ محبوب و مقبول انسان بن جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کریں تو جبریل کو کہتے ہیں کہ مجھے فلاں سے نفرت ہے، تم بھی اس سے نفرت کرو، جبریل اس امر کا آسمانوں میں اعلان

۱ مسند احمد بن حنبل: ۱۰۶۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیتے ہیں کہ اللہ کو فلاں سے نفرت ہے، اس سے سب نفرت کریں۔ چنانچہ دنیا میں ایسے شخص کے لیے نفرت وبغض رکھ دیا جاتا ہے۔"

اور یہ بات تو معلوم ومعروف ہے کہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے ان کی کیفیت کو تبدیل[1] کر دیتا ہے۔ دلوں کی کیفیت اور ان میں میلان یا نفرت کا پیدا ہونا، اس پر اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔ کوئی انسان دوسرے پر لاکھ خرچ کرے، بے انتہا احسانات کرے، لیکن وہ اس کا شکر گزار ہونے کے بجائے، اسی کو نقصان پہنچانے اور اس کا مال ہتھیانے کے درپے ہو جائے، اور ایسا ہم آئے روز دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی ذات کے لیے دنیا جہاں کی نعمتیں جمع کر لینے کے بعد اپنے دل کا مطمئن وپر سکون اور خوش گوار ومسرور ہونا اللہ کے حکم وانعام کے بغیر ممکن نہیں۔ بہت سے اَموال ونِعم والے ایسے ہیں کہ ان کی نعمتیں ان کے لیے باعثِ فتنہ والم اور باعثِ تفکر وآزمائش[2] بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی مکرم کو کہا ہے کہ اگر آپ دنیا جہاں ان پر خرچ کر دیں، آپ ان کے دل نہیں جیت سکتے اور ان میں اُلفت پیدا[3] نہیں کر سکتے۔ اللہ عزوجل کسی انسان سے کس بنا پر محبت کرتے ہیں، اس کا وصف احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایسا شخص جو اللہ کے لیے دوسروں سے محبت کرتا اور اللہ کے لیے ہی نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوبی کی بنا پر اسے اپنا محبوب بنا لیتے[4] ہیں۔ آگے صفحہ نمبر ۱۵ پر حدیثِ مبارکہ میں دنیا سے پہلو تہی کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب بتایا گیا ہے۔

دنیا میں عزت ومقبولیت پانے کے لیے اللہ کی طاعت وبندگی کی تلقین کی گئی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ

---

۱ «إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ ﷺ: «اللهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ» مسلم:۱۷

۲ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (التوبۃ:۵۵،۸۵) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ .... اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ﴾ (التغابن:۱۴،۱۵)

۳ سورۃ الانفال:۶۳

۴ حدیثِ قدسی ہے: «وجبت محبتي للمتحابين في والمتجالسين في ...» موطا مالک: کتاب الجامع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ﴾[1]

”جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے، تمام تر پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔“

(۳) اموال واولاد اللہ کا عظیم الشان انعام ہے، اس کے حصول کا طریقہ یوں ذکر کیا:

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ ﴾[2]

”اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔“

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ اس کے مال و عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ فرمان رسالت ہے:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[3]

”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کا نام زندہ رہے تو وہ صلہ رحمی کو وطیرہ بنالے۔“

(۴) خوشی اور اطمینان زندگی سب سے بڑی نعمت ہے، مال واولاد موجود ہو لیکن دل مسرور ومطمئن نہ ہو، تو وہ انسان کیوں کر کامیاب کہلا سکتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝ ﴾[4]

”جو لوگ ایمان لائے، ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔“

.2014

۱ سورۃ الفاطر: ۱۰

۲ سورۃ النوح: ۱۰ تا ۱۳

۳ صحیح بخاری: ۲۰۶۷

۴ سورۃ الرعد: ۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[1]

”جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن ایمان والا ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔“

اس آیتِ کریمہ میں ایمان اور نیک اعمال کی بنا پر دنیا میں پاکیزہ اور خوش گوار زندگی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور آخرت میں بہترین اعمال کے حقیقی اور کامل بدلہ کا۔ اس کے بعد بھی مقامِ افسوس ہے کہ اللہ کے نام لیوا، اُس کے وعدوں پر یقین نہیں کرتے۔

⑤ اوقات میں برکت، کاموں کو نمٹانے، اور تونگری حاصل کرنے کا طریقہ یوں بتایا کہ

«إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلأْتُ يَدَيْكَ شُغْلاً وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ»[2]

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے وقت نکال، میں تیرے دل کو استغنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کا خاتمہ کر دوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے ہاتھ کو مشغول کر دوں گا اور تیرا فقر وفاقہ بھی ختم نہ ہو گا۔“

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾[3]

”اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔“

⑥ زمین وآسمان کی برکات اور انعامات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے:

﴿وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ﴾[4]

”اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم

.2014

۱ سورۃ النحل: ۹۷
۲ جامع ترمذی: ۲۴۶۶
۳ سورۃ طٰہٰ: ۱۲۴
۴ سورۃ الاعراف: ۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔"

کسی سرزمین میں اللہ کی برکات حاصل کرنے کا طریقہ اللہ کے دین کا نفاذ اور قیام بتلایا:

«إِقَامَةُ حَدٍّ بِأَرْضٍ خَيْرٌ لِأَهْلِهَا مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً» [1]

"کسی سرزمین میں اللہ کی کسی حد کو قائم کر دینا، وہاں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ برکت کا موجب ہے۔"

⑦ گویا ہمارا دین دنیا وآخرت کی خیرات وبرکات کا جامع ہے، حتی کہ مال ومتاع کو جمع کرنے کو برا جاننے کی بجائے اس کے حق ادا کرنے اور دوسروں کو شریک کرنے کی تلقین کی گئی:

﴿ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ ﴾ [2]

"ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر، نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔"

⑧ قارون کو دنیا جہاں کے خزانے عطا کرنے والے ربّ کریم نے، اس بات کو باعثِ ملامت ٹھہرایا جب اس نے اس سارے مال کو اپنی محنت اور علم کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اللہ نے اسے اترانے کی بجائے اس امر کی تلقین کی کہ

﴿ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ﴾ [3]

"اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے، اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو

2014

۱ سنن نسائی: ۴۹۰۵

۲ سورۃ النور: ۳۶

۳ سورۃ القصص: ۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اچھا سلوک کر۔"

اور یہ سارے نظریے مستند ترین ذرائع علم یعنی قرآن وحدیث کے براہ راست ترجمے کے ذریعے بیان کیے گئے ہیں۔ دراصل جس طرح کوئی دکاندار صحیح سودا فروخت کر کے، دھوکہ دہی سے بچ کر، کم منافع لے کر بظاہر اپنا نقصان لیکن اپنے کاروبار کا دائمی فائدہ کر رہا ہوتا ہے کہ اس طرح گاہک اس کے پاس وافر تعداد میں آئیں گے۔ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس طرح وہ گاہک کا دل جیت کر، ہمیشہ کے لیے اس کو خرید لیتا ہے اور جو دکاندار زیادہ منافع کے لالچ میں دھوکہ دہی کا مرتکب ہوتا ہے، بظاہر وہ زیادہ فائدہ حاصل کرتا ہے لیکن دراصل اپنا دائمی نقصان کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی نعمتیں لالچ وہوس سے کھینچ لینے کی بجائے اللہ عزوجل کی عنایت ومہربانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ کی بندگی کو بھی قرآن کریم نے تجارت قرار دیا ہے، جو دنیا میں 'حیوۃ طیبہ' و'حسنہ' کے حصول اور آخرت میں عذاب الیم سے چھٹکارے اور جنات نعیم کا وارث بننے کی تجارت ہے۔ جو انسان ان نعمتوں کو اللہ سے غافل ہو کر لینا چاہتا ہے، وہ دراصل عاجل فائدہ لیتے لیتے اپنا دائمی نقصان کر لیتا ہے، اللہ کے خزانے اس کے لیے بند ہو جاتے ہیں اور جو اس کو میسر آتے ہیں، ان سے فائدہ بھی اس کے لیے حتمی اور کارآمد نہیں رہتا اور آخرت میں وہ حقیقی خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہے۔

دنیا کی نعمتوں کے حصول میں اپنے آپ کو کھپا لینا پسندیدہ نہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دنیا کی نعمتوں کے حصول کی طرف متوجہ ہونے سے منع کیا ہے۔ اور ایسی نعمتیں جو اللہ تعالے کا حق بندگی نظر انداز کر کے استعمال کی جاتی ہیں، وہ تو وبال بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اپنے نبی مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ تلقین کی ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾﴾[1]

"اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دنیا کی آرائش دے رکھی ہیں تاکہ اُنہیں ان کی آزمائش میں مبتلا کر دیں۔ تیرے

1 سورۃ طٰہ: ۱۳۱، ۱۳۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب کا دیا ہوا ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جما رہ۔ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا پرہیز گاری ہی کا ہے۔"

ان آیاتِ کریمہ پر غور کریں تو ان کا رجحان واضح طور پر بتارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دنیا کی نعمتوں کی طرف للچانے سے روکا اور اُنہیں اس بات کی تلقین کی ہے کہ تمہارا کام اللہ کی بندگی کرنا اور اس کے حقوق کی ادائیگی کرنا ہے، ہمیں تم سے کوئی روپے پیسے کا مطالبہ نہیں ہے۔ اب جو اللہ کا بندے سے مطالبہ ہے، جس کے لیے اس نے انسان کو تخلیق فرمایا ہے، انسان کو وہی کام کرنا چاہیے جو اللہ کا حق ہے یعنی ہر جگہ اللہ کی بندگی، پھر اللہ تعالیٰ کا انعام اور وعدہ یہ ہے کہ دنیا میں اس کو سکون واطمینان اور آخرت میں جناتِ نعیم کا وارث بنادے گا۔

ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ... ﴾[1]

"اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ خبردار! تیری نگاہیں اُن سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں بھی نبی کریم ﷺ کو اللہ کی طاعت وبندگی کی تلقین، دنیوی زینتوں سے بے پرواہونے اور خواہشاتِ نفس سے دوری کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ کیا ہے کہ رزق دینا اور ضروریاتِ زندگی پوری کرنا تو اللہ کا کام ہے، تمہیں رزق کی جستجو میں فکر مند ہونے کی بجائے بندگی میں اپنی کوششیں صرف کرنا چاہییں۔ ایک اور آیتِ کریمہ ملاحظہ کریں:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦ مَآ اُرِيدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيدُ اَنْ يُّطْعِمُونِ ۝٥٧ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝٥٨ ﴾[2]

۱ سورۃ الکہف:۲۸

۲ سورۃ الذاریات:۵۶-۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، توانائی والا اور زور آور ہے۔“

اس آیتِ کریمہ کا مفہوم اور رجحان بھی وہی پتہ دے رہا ہو جو اوپر والی آیات میں بیان ہوا ہے کہ انسان کا کام ہر میدان میں اللہ کی بندگی کرنا ہے۔ اللہ کو انسان سے رزق کا مطالبہ نہیں ہے۔ حتی کہ دنیا کی جستجو اور محبت کو باعثِ فتنہ قرار دیا گیا اور اللہ کے انعامات کو پانے کے لیے اس سے پہلو تہی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ»[1]

”اللہ کی محبت چاہتے ہو تو دنیا سے بے رغبتی کرو اور جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے، اس سے بے پرواہو جاؤ، لوگ تم سے محبت کریں گے۔“

مذکورہ بالا تفصیلات سے علم ہوا کہ دنیا کے حصول کی جدوجہد سے دنیا نہیں ملتی، یا جتنی انسان چاہتا ہے، اس قدر ملنے کی بجائے اللہ کی مرضی سے ہی عطا ہوتی ہے، جبکہ انسان اللہ کی بندگی کرے، ہر معاملے میں اس کی اطاعت بجالائے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بے شمار نعمتیں عطا کرے گا۔ اور اپنی فکر و توجہ کو اللہ کی رضا کے حصول میں صرف کر دے۔

ہمارا دین رہبانیت اور ترکِ دنیا کا دین نہیں ہے۔ دنیا کی تمام نعمتیں اس دین کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں، حتی کہ مادی نعمتیں اور دنیا کی حکومتیں بھی جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں افراد کو تونگری اور اُمتِ مسلمہ کو دنیا میں غلبہ نصیب ہوا تھا۔ زکوٰۃ وصول کرنے والا اور مسلمانوں کے لشکروں کے سامنے ٹھہرنے والا نہ ملتا۔ مسلمان بھی زمینوں پر حکومت کی بجائے دلوں پر حکومت کرتے، وہ اِن انسانوں کو اپنا بندہ بنانے اور ان پر اپنی اطاعت کے طوق کسنے کی بجائے اللہ کی بندگی اور عبادت کی تلقین کیا کرتے۔ خود بھی اللہ کے مطیع ہوتے اور ان کے محکوم بھی اسی ایک اللہ کے مطیع بنتے۔ یہی کلمہ توحید ہے، جس کی پاسداری کرنے والی قوم کو دنیا جہاں کی عظمتیں اور نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔

1 سنن ابن ماجہ: ۴۱۰۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیاب معاشرہ کون سا...؟

آج ہم مسلمان مغرب کے افکار سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ہمارے عروج وزوال اور کامیابی وناکامی کے معیار بھی انہی سے اُدھار لیے ہوئے ہیں۔ کوئی بڑا نامی گرامی مسلمان اُٹھے گا اور کہے گا کہ اسلام نے سب سے پہلے فلاحی ریاست کا تصور دیا اور یہ فلاحی ریاست سب سے پہلے خلافتِ راشدہ میں قائم ہوئی، کوئی مسلمانوں کی سائنسی علوم میں ترقی کی تعریف کرے گا، کوئی مسلمانوں کے تمدن اور اُن کی علم دوستی کے گن گائے گا۔ یہ نظریات رکھنے والے لوگ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے دور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے دور کے مقابلے میں زیادہ مثالی اور قابل تقلید سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں پہلی بار انتظامی ادارے، وظائف، افواج، اعداد وشمار، عسکری فتوحات مؤثر شکل میں نظر آتے ہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی کے تاریخ کے پروفیسر مائیکل ہارٹ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تاریخ کا سب سے عظیم حکمران قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اُنھوں نے پہلی بار درج ذیل چیزیں متعارف کرائیں:

- فوج اور بحریہ بطور ریاستی ادارہ
- پولیس اور انٹیلی جنس، جاسوسی کا نظام
- ڈاک اور اطلاعات کے لیے تیز گھوڑوں کا نظام
- حادثات اور آفات سے بچاؤ کا نظام
- ادارہ احتساب
- حکومتوں کی ضلع اور صوبے میں تقسیم اور لوکل گورنمنٹ
- اَموال جمع کرنے کا ادارہ اور خود کفالتی منصوبے
- بنیادی ضروریات: روٹی، کپڑا اور مکان کی ریاستی ذمہ داری

ان سب کے خلاصہ کے طور پر ایک 'سماجی فلاحی ریاست' کو پیش کیا جاتا ہے اور محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے اقوال کی روشنی میں پاکستان کا مقصد بھی 'اسلامی فلاحی ریاست' کو قرار دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ 'فلاحی ریاست' دراصل اہل مغرب کی مادہ پرور اصطلاح ہے جس میں حکومت اپنے باشندوں کی سماجی اور مالی بہبود کی ضامن ہوتی ہے کہ ان کے لیے صحت، اور روزگار کمانے کے معقول انتظام ہوں۔ ان کے مطابق سب سے پہلے فلاحی ریاست کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصور ۱۸۹۴ء میں پیش کیا گیا ہے اور یورپ کی بعض ریاستیں ہی اس کے تقاضے پورے کرتی ہیں۔ اس تصور ریاست کے مطابق فلاحی ریاست کا حاکم عوام کا خادم ہوتا ہے، وہ ہمیشہ عوام کی فلاح وبہبود کے بارے میں سوچتا ہے اور وہ ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ ہمارے بھولے مسلمان بھی اسی تصور ریاست کو آئیڈیل بنا کر، حکمرانوں کو ان کے فرائض یاد کروانا اور اس کے قیام کا خواب آنکھوں میں سجانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس تصورِ ریاست میں دیکھیے کہ اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کی جستجو کا کہیں کوئی نام ونشان ہی نہیں ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس فلاحی ریاست کے تصور کے مطابق مدینہ منورہ کی نبوی ریاست بھی فلاحی نہیں کہلا سکتی۔ نعوذ باللہ

جبکہ اسلام نے جو مقصد کسی فرد کے لیے دیا ہے، وہی مقصد ایک معاشرے کے لیے بھی ہے۔ جس طرح کوئی مالدار اور باوسیلہ انسان، صرف اس بنا پر قابل تعریف نہیں بلکہ اس کی نیکی، تقویٰ، اسلامی احکام کی پاسداری کے معیار پر ہی اس کی تعریف کی جائے گی، مرنے کے بعد بھی لوگ انسان کے انہی اوصاف کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہی صدقہ جاریہ باقی رہتا ہے۔ اسی طرح کوئی ریاست بھی اس بنا پر قابل تعریف نہیں کہ وہ بڑی مالدار ہے، یا اس کی عمارتیں بڑی شاندار ہیں، یا وہ معاشرہ بڑا باوسائل ہے، بلکہ اسلام کی رو سے اس کا جائزہ اس بنا پر لیا جائے گا کہ وہاں ہر معاملے میں اللہ کی بندگی کا انتظام کیا جاتا ہے یا نہیں؟ کوئی شخص اگر بے نماز یا مشرک ہو تو وہ اسلام میں قابل تعریف نہیں، اسی طرح کوئی ریاست اگر الحاد و دہریت پر کاربند ہو، فحاشی و بے حیائی اور شراب وسود اس معاشرے کا عام چلن ہوں تو وہ معاشرہ بھی قابل تعریف نہیں کہلا سکتا۔ کسی معاشرے کے قابل تعریف ہونے کی کسوٹی اور معیار اللہ کی طاعت و بندگی ہے۔ جس میں اللہ کی مخلوقات کے حقوق بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«إِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ»[1]

"میرا دور بہترین دور ہے، پھر اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور، پھر تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا..."

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے مثالی دور تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ نبی کریم کی ذات ہی زندگی کے ہر طبقے کے لیے اُسوہ حسنہ ہے، آپ کا یہ اُسوہ حسنہ صرف داعی و مبلغ،

۱ صحیح مسلم: ۲۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام و معلّم تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ انسانِ کامل اور ہر طبقہ حیات کے لیے مثالی ترین اُسوہ کا مقام رکھتے ہیں۔ آپ شوہر، بیٹا، بھائی، والد، ہمسایہ کے لحاظ سے اُسوۂ حسنہ ہونے کے ساتھ ساتھ بطور سیاستدان، حکمران، سپہ سالار، قاضی، میڈیا پرسن، معیشت دان اور ماہر سماجیات کے بھی مثالی نمونہ کے حامل ہیں۔ ایسا نہیں کہ ان کاموں کے لیے ہمیں مغرب کے انسان پرست نظام اور اس کی نگاہیں خیرہ کرنے والی ظاہری چمک دمک کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا، اور وہاں سے حکمران یا ماہر سماجیات کا رول ماڈل ڈھونڈنا پڑے گا۔

نبی کریم ﷺ نے انسانوں کے دلوں کی اصلاح کی طرف توجہ دی، اور اس مضبوط عمارت کی بنیاد رکھی جس کے ثمرات، خلافتِ راشدہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں نظر آئے۔ لوگ تو آج سیدنا عمر بن خطاب کی تعریف کرتے ہیں، لیکن سیدنا عمرؓ کی تربیت جس نے کی تھی، وہ تو نبی کریم کی ذات تھی۔ سیدنا عمرؓ کے لیے بھی آپ کی ذات ہی بطورِ حکمران رول ماڈل تھی، اور انہیں بھی نبی کریم ﷺ نے اس سانچے میں ڈھالا تھا۔ سیدنا عمر کے دور کی تعریف کرنے والے، ان کے دور کی تعریف اس انداز میں کرتے ہیں جو اُن کا نظریہ ہے، جب کہ اس دور کی اصل تعریف یہ ہے کہ وہاں اللہ کے احکام کی پاسداری بھرپور طور پر کی جاتی تھی۔ سیدنا عمر اپنے حکام کے سلسلے میں نماز کی پابندی کو سب سے زیادہ اہمیت[1] دیتے، اور اللہ کی سرزمین میں اس اعتماد سے حکومت کرتے تھے کہ کتب تاریخ میں آتا ہے کہ آپ نے مصر کے دریائے نیل کے بند ہو جانے پر اس کو حکم دیا تھا کہ اگر تجھ پر اللہ کا حکم چلتا ہے تو اُس مخلوق پر اپنی روانی جاری رکھ جو اللہ کے احکام کی پاسداری کرتی ہے، اس کے بعد دریائے نیل کبھی رکا نہیں۔ جب اٹھارویں صدی ہجری (عام الرمادہ) میں حجاز میں قحط پڑ گیا، تو انتظامی تدبیروں سے پہلے سیدنا عمرؓ نے اہل حجاز کے اللہ سے تعلق کا محاسبہ کیا اور فرماتے:

"اتقوا الله فيما أنفسكم وفيما غاب عن الناس من أمركم، فقد ابتُليتُ بكم وابتُليتم بي، فما أدري السُّخطة عليَّ دونكم أو عليكم

1 حکام کو فرمان عمر رضی اللہ عنہ: إنّ أهمَّ أُمُورِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةَ، مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ، وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِسِوَاهَا أَضْيَعُ "میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے۔ جو اس کا محافظ اور اس کی نگہداشت کرتا ہے، وہ اپنے دین کا بھی محافظ ہے۔ اور جس نے اسے ضائع کر دیا، وہ اس کے ماسوا ذمہ داریوں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔" (مصنف عبد الرزاق: ۲۰۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوني أو قد عمَّتْني وعمَّتْكم فهلمُّوا فلندعُ الله يصلح قلوبنا وأن يرحمنا... وهو يقول: اللهم لا تجعلْ هلاكَ أمة محمد علىٰ يديَّ"[1]

"اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان اعمال کے بارے میں جو لوگوں سے مخفی ہیں۔ یقیناً تمہاری وجہ سے میری اور میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہو رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اللہ کی ناراضی مجھ سے ہے، یا میری بجائے تم سے ہے یا یہ ناراضی مجھ اور تم دونوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ آؤ، اللہ سے دعا کریں کہ ہمارے دلوں کی اصلاح فرمادے اور ہم پر رحم کردے۔ آپ یوں اللہ سے فریاد کیا کرتے: یاالٰہی! اُمتِ محمدیہ کو ان کے ہاتھوں ہلاکت سے دوچار نہ کردے۔"

اگر اسلامی فلاحی ریاست بنانا مقصود ہے، تو ہمیں فلاح کے سلسلے میں مغرب اور اسلام کے تصورات میں امتیاز کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ قرآن کی رو سے "کامیاب انسان وہ ہے جو آگ سے بچ گیا اور جنت کا مستحق بن گیا"[2]، جبکہ اہل مغرب کا تصور فلاح ہی خالص دنیوی اور مادی ہے۔ اسلام کی رو سے مسلمانوں کی سب سے اہم فلاح، ان کو دین کے احکامات پر عمل کرانا ہے، تاکہ وہ ہر لحاظ سے ایک کامیاب انسان بن سکیں، جبکہ اہل مغرب کے ہاں دین، انتشار پھیلاتا اور قوم کو فرقہ واریت میں تقسیم کرتا ہے، اس کو قومی واجتماعی معاملات میں سرے سے دخیل ہی نہیں ہونا چاہیے۔ دونوں میں بنیادی نظریہ میں ہی فرق ہے۔

ایمان اور عمل صالح کے بغیر مسلم معاشرہ ترقی نہیں پاسکتا!

نبی کریم نے اپنی دعوت و تبلیغ اور عملی مثال کے ذریعے سب سے مرکزی کام مکمل کیا۔ لوگوں کو اللہ کا بندہ بنایا، ان کو اللہ کی بندگی سے منسلک کیا۔ اور یہی فریضہ اللہ تعالیٰ نے قرآن

---

1 طبقات ابن سعد: ۳/ ۳۲۲، ۳۱۲

2 ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ (سورہ آل عمران: ۱۸۵) "ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا عارضی سامان ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم میں مسلم حکومت کا بیان کیا ہے[1]۔ عبادات کے ذریعے فرد اور معاشرے کی درست سمت پر تشکیل ہوتی ہے۔ اگر شخصیت کی تشکیل درست زاویوں پر نہ ہو، انسان کے رجحانات اور ترجیحات کا واضح تعین نہ ہو تو یہ انسان دنیا جہاں کی تمام صلاحیت رکھنے کے باوجود، مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ اللہ سے تعلق اور اس پر ایمان بہت لازوال قوت ہے، یہ قوت انسانوں کو زندگی میں متوازن رکھتی ہے۔ اس قوت کے بغیر بہت بڑی جماعت بھی بے وزن ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اس کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

① آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

«يُوشِكُ الأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا». فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ». فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا الْوَهْنُ قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»[2]

"عنقریب قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گے، جس طرح کھانے والے تھال پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کہنے والے نے کہا کہ کیا ہم اس دن کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں بلکہ تم اس وقت کثیر تعداد میں ہوگے، لیکن تم خس وخاشاک کی طرح ہوگے، جس طرح سیلاب پر خس وخاشاک بہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہارا رعب ختم کردیں گے اور تمہارے دلوں میں 'وہن' کی بیماری ہوگی۔ کہنے والے نے پوچھا: یارسول اللہ! وہن کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔"

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کی کثرت اور ان کو حاصل دنیا جہاں کی نعمتیں کس طرح بے وقعت اور ریت کا ڈھیر بن جاتی ہیں جب ان میں دنیا کی بے پایاں محبت پیدا ہو جائے اور اللہ کا ڈر جاتا رہے۔ جب انسان دنیوی مفادات کو اہمیت دینا شروع کردیں تو پھر

---

1 ﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (الحج:۴۱) "یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں انہیں حکومت دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔"

2 سنن ابی داود: ۴۲۹۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپس کے سر پھٹول اور باہمی اختلافات سے ہی نجات نہیں ملتی اور یہ کسی اجتماعیت کے لیے سب سے نقصان دہ امر ہے۔ کسی اجتماعیت کے آپس میں سیسہ پلائی دیوار ہونے کے لیے کوئی ایسا نظریہ ہونا چاہیے جو باہمی مفادات کی جنگ سے بلند کر کے، تمام انسانوں کو اس جھنڈے تلے متحد کر دے اور یہ جھنڈا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے کلمہ کی سربلندی کا مبارک ترین فرض ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی انسان دوسرے انسان کی حکومت دیر تک برداشت نہیں کر سکتا، لیکن اللہ مالک الملک کی حکومت وحاکمیت اور بندگی وطاعت میں انسان اس وقت تک اطمینان سے زندگی بسر کر سکتے ہیں جب تک اللہ کی حکومت قائم رہے اور جب اللہ کی حکومت ختم ہو کر، اللہ کی حاکمیت کے نام پر انسان اپنے جیسے انسانوں کا غلام بن جائے تو پھر آپس میں اتحاد واتفاق کا نظریہ ختم اور باہمی جنگ شروع، مفادات کی اس جنگ میں کبھی کوئی غالب اور کبھی کوئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے 'حبل اللہ' اللہ کی رسّی کو ہی مرکز قرار دیا، اور اس پر سب کو جم جانے اور اختلافات ختم کرنے کا حکم دیا، اس کو اپنا بہت بڑا انعام بتایا کہ اللہ نے اتفاق کا ایک کلمہ اور عقیدہ عطا کیا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾[1]

"ان کے دلوں میں باہمی اُلفت بھی اُسی نے ڈالی ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے، تو اگر سارے کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا ہے تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ یہ تو اللہ ہی نے ان میں اُلفت ڈال دی ہے۔ وہ غالب حکمتوں والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے، جس کے سبب تمام مسلمان بھائی بھائی بن کر متحد و متفق ہو گئے۔ اور کسی قوم کے لیے اتحاد واتفاق سب سے بڑی نعمت ہے۔ قوم کی اجتماعیت سب سے بڑی قوت ہے، اس کے بغیر قوم منتشر افراد کا ریوڑ ہے۔ اسلام نے ہمیں اجتماعیت کا محور عطا کیا:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ ﴾

1 سورۃ الانفال:۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی، تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔''[1]

کسی قوم وملت کے لیے سب سے بڑا انعام باہمی اتفاق واتحاد ہے اور یہ اتفاق واتحاد کسی نظریہ پر ہی ہو سکتا ہے، ایسا نظریہ جو باہمی مفادات سے بالاتر ہو۔ اس لحاظ سے اُلفت کا پیدا کرنا بھی اللہ کا بہت بڑا انعام ہے اور اُلفت کا مرکز عطا کرنا، یعنی اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت، اس کے کلمہ کی سربلندی اور اس کے قیام کے لیے جدوجہد، یہ بھی اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اسلام نے ہمیں اتحاد واتفاق کے مراکز عطا کیے یعنی اللہ کا قرآن اور نبی کا فرمان... قرآن اور ذاتِ نبوت، جس میں آپ ﷺ کا قول وفعل بھی شامل ہے اور یہی مسلمانوں کے مرکزِ وحدت ہیں۔

(۲) جب انسانوں کی نظر باہمی مفادات پر ہی ہو، ان کی ہدایت کا کوئی مرکز ومنبع نہ ہو تو پھر سائنس وٹیکنالوجی، طاقت ودولت انسانوں کے لیے رحمت ہونے کے بجائے باعثِ زحمت بن جاتے ہیں۔ اس بات کی تصدیق موجودہ مغربی اقوام سے ہوتی ہے۔ بیسویں صدی میں مغربی قوموں نے بے تحاشا عسکری طاقت جمع کرلی، دنیا بھر کے مال ودولت پر قابض ہوگئے، عالمِ اسلام سمیت پوری دنیا ان کے زیر نگین ہوگئی۔ لیکن یہ قومیں سائنس وٹیکنالوجی کے عروج کے بعد، آپس میں ہی برسرپیکار ہوگئیں۔ جنگ عظیم اوّل اور دوم مغربی اقوام کے مابین ہی لڑی گئیں اور مسلم اقوام ان جنگوں میں اُن کے حاشیہ نشین سے زیادہ کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ انہی جنگوں میں استعماری طاقتوں کی کمزوری نے دنیا بھر میں ان کی حکومتوں کو منتشر کردیا اور دیکھتے ہی دیکھتے درجنوں مسلم ممالک زمین کے سینے پر عالم وجود میں آ گئے۔ ان جنگوں میں انسانیت کو اتنا بڑا نقصان پہنچا جتنا اس سے قبل کی اُنیس صدیوں کی تمام جنگوں کی مجموعی ہلاکتوں میں نہیں پہنچا تھا۔ سائنس کا تو کوئی ذہن اور شعور ودماغ نہیں ہوتا۔ اس سائنس نے انسان کی ہلاکت کے ایسے ہتھیار بنائے کہ انسانیت کی سب سے بڑی مجرم یہی سائنس بنی جو انسان کی بڑی محسن کہلاتی ہے۔ اس سائنس کے

1 سورۃ آل عمران: ۱۰۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے انسانیت کو ایسے المناک سانحوں سے گزرنا پڑا جس نے انسان کی نسلوں کو مسخ کر دیا۔ ظاہر ہے کہ سائنس تو محض ایک آلہ ہے، دولت واختیار بھی مقاصد کو پانے کا ایک وسیلہ ہے، لیکن مقاصد کا تعین اس سے بلند تر چیز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دین کو بھیجا ہے جو زندگی، دولت، طاقت اور سائنس کو ایک واضح مقصدیت عطا کرتا ہے۔

③ پاکستان میں اس کی تازہ مثال ملاحظہ ہو کہ جب انسان کا ایمان مضبوط نہ ہو، مقصد زندگی واضح نہ ہو، ربّ کی بجائے وہ درہم ودینار اور دنیوی مفادات، اختیار واقتدار کا اسیر ہو تو جنرل مشرف جیسے المیے وجود میں آتے ہیں۔ پاکستانی قوم چودہ برسوں سے وحشت ناک قتل وغارت کا شکار ہے، پوری قوم ایک دوسرے کے ساتھ جنگ آزما ہے، نظریاتی بحران اور فکری جنگ زوروں پر ہے۔ طالبان مخالفت اور طالبان حمایت نے ہمارے اعصاب شل کر دیے ہیں، اس جنگ نے ہماری معیشت، معاشرت اور سیاست وعدل پر ان منٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔ یہ جنگ بھی ایک فرد کی جاہ پرستی اور ڈالر پسندی کا شاخسانہ ہے۔ اگر پرویز مشرف اس وقت پاکستان کا یوں غاصب حکمران نہ ہوتا، اس کو ڈالروں کی یوں ہوس نہ ہوتی تو آج پوری قوم اس جرنیل کی سپر اندازی کی یہ بدترین قیمت نہ بھگت رہی ہوتی۔ اگر اس کا ایمان محفوظ ہوتا، دنیا کے مفادات اور ڈالر پونڈ اس کے سامنے ایمان سے زیادہ قیمتی نہ ہوتے تو آج پاکستان امریکہ کی اس جنگ کا بدترین شکار نہ ہوتا اور یوں پاکستانی افواج اور سرحدی صوبے کے بازوئے شمشیر زن آپس میں سربکف نہ ہوتے۔ ایمان انسان کو بکنے نہیں دیتا اور دنیا کے ہلکے مفادات کے لیے جھکنے نہیں دیتا۔

دین یعنی اللہ کی بندگی انسان کو یہ شعور عطا کرتی اور اس میں یہ حوصلہ پیدا کرتی ہے کہ وہ ہلکے مفادات کے لیے اپنے ایمان کو نہ بیچے، آخرت کی دائمی نعمتوں کو دنیا کے ارزاں دام پر فروخت نہ کرے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت یوں کی تھی کہ اللہ کی بندگی کو وہ ہر شے پر مقدم رکھتے۔ چنانچہ خیبر والوں سے خراج لینے کے لیے نبی کریم ﷺ عبد اللہ بن رواحہ کو ہر سال بھیجا کرتے، ان کا رویہ مشاہدہ کریں:

فَيَخْرُصُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَهُودِ خَيْبَرَ قَالَ فَجَمَعُوا لَهُ حَلْيًا مِنْ حَلْيِ نِسَائِهِمْ فَقَالُوا لَهُ هَذَا لَكَ وَخَفِّفْ عَنَّا وَتَجَاوَزْ فِي الْقَسْمِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ وَاللهِ إِنَّكُمْ لَمِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا ذَاكَ بِحَامِلِي عَلَى أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ فَأَمَّا مَا عَرَضْتُمْ مِنَ الرَّشْوَةِ فَإِنَّهَا سُحْتٌ وَإِنَّا لَا نَأْكُلُهَا فَقَالُوا: بِهَذَا قَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ[1]

''وہ خیبر والوں کے مال کا اندازہ لگایا کرتے۔ یہود نے اپنی خواتین کے کپڑے زیورات ان کے لیے جمع کیے اور کہا کہ عبداللہ یہ آپ کے لیے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ نرمی کریں اور اس حصہ میں کمی کریں۔ عبداللہ بن رواحہ بولے: اے یہودیو! اللہ کی قسم! میرے نزدیک تم اللہ کی بدترین مخلوق ہو، میں یہ لینے والا نہیں کہ تمہارے ساتھ مل جاؤں۔ جو تم نے مجھے رشوت پیش کی ہے، وہ حرام مال ہے جسے ہم ہاتھ نہیں لگاتے۔ یہودی کہہ اُٹھے کہ اسی لیے آسمان وزمین قائم ہیں۔''

بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں وَلَقَدْ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ کہ ''میں تمہارے پاس انسانوں میں سے محبوب ترین شخصیت کے پاس سے آیا ہوں۔'' اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب کسی انسان کا دل اللہ کی رضا کا طالب ہو جائے، اس کے نفس کی اصلاح ہو جائے تو اس کے رویوں کی اصلاح ہوتی ہے، اس کے رویوں سے اس کے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔ وہ اپنے فرائض سے غفلت نہیں برتا، اس کا ایمان اس کو بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ یہاں دھوکا کرے گا تو اللہ مالک الملک اس کے مال سے برکت اُٹھا لے گا، اور اس کو کہیں اور سے بدترین گھاٹا پڑ جائے گا، اس طرح وہ اپنی قوم کا بھی امین بن جاتا ہے۔ ایمان اور بندگی صرف اللہ سے تعلق کی ہی اصلاح نہیں کرتے، قومی کردار کی بھی تشکیل کرتے اور معاشرے میں خیر وبرکات کا سبب بنتے ہیں۔ اسلام ہمیں اس بات کی ہی تلقین کرتا ہے۔

جہاں تک اہل مغرب کی ظاہری کامیابی کی بات ہے تو اوّل تو یہ صرف اسی دنیا کی کامیابی ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، اس لیے وہ مسلمانوں کے لیے مثال نہیں بن سکتے۔ پھر ان کے اموال ونعمتیں ان پر اللہ کی رضامندی کی دلیل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈھیل دیتے ہیں۔ اللہ گناہوں پر فوری گرفت نہیں کرتے اور اس پر بہت سی آیاتِ کریمہ شاہد ہیں۔ یوں بھی دنیا دار الجزا نہیں، دار العمل ہے، اصل فیصلے اور بدلے محشر میں ہونے ہیں۔

پھر اہل مغرب کا اللہ کی نعمتوں سے مزے اُڑانے کا نظریہ بھی صحیح نہیں، بلکہ یہ دیگر اقوام

---

1 موطا امام مالک: باب ماجاء فی المساقاۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت گری کا نتیجہ ہیں۔ مغربی اقوام جتنا ظلم دیگر اقوام پر کرتی ہیں، اس کا معمولی نقشہ امریکہ گردی کی صورت میں افغانستان، عراق اور پاکستان میں دیکھا جاسکتا ہے۔ آج بھی دنیا جہاں کے خزانے عالم اسلام میں ہیں، اور مغربی اقوام ان کو ہتھیانے کے لیے ہر تدبیر آزمارہی ہیں۔ جب کوئی قوم اللہ کی بندگی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی نعمتیں اس پر کھول دیتے ہیں، اس کی زمین خزانے اگلتی ہے، اور مسلم دنیا میں اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ تیل، سونے، کوئلے، دھاتیں، تجارتی راستے سب مسلم اُمہ کے پاس ہیں، اس سے بڑھ کر نوجوانان ملت کی بہت بڑی تعداد... اگر کمی ہے تو طاقتِ ایمانی کی ہے، یہ ایمانی کمزوری کا ہی شاخسانہ ہے کہ مسلمان آپس میں متحد نہیں ہوتے اور دین کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔

پھر اہل مغرب کی موجودہ کامیابی یامال ودولت اُن کی زندگیوں کا محض ایک چمکدار رُخ ہے، وگرنہ یہ ظاہری مادی آسائشیں، گھروں کا سکون، خوشی واطمینان اور رشتوں کا خون کرکے اُنہوں نے حاصل کی ہیں۔ مال ودولت ہی سب سے بڑی نعمت نہیں بلکہ کامیاب اور خوش گوار ومطمئن زندگی سب سے بڑی دولت ہے، جس کیلیے مغرب کے باشندے اپنا وقت نائٹ کلبوں میں گزارتے اور شراب ومنشیات کی سرمستیوں میں مگن رہ کر مشینوں سے دل بہلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو اصلاح اور کامیابی کا راستہ بتادیا ہے۔ انبیا جس مشن کو لے کر آتے ہیں، اسی مشن کے احیا کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہے ہر میدان میں اللہ کی اطاعت، ہر نظام حیات کو اس کی رہنمائی میں چلانا، لوگوں کو اپنے جیسے لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ وحدہ لا شریک کی بندگی میں دینا، اِسی کے لیے اپنے اوقات کو صرف کرنا۔ امام مالکؒ کا یادگار فرمان ہے:

"لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها"[1]

"اس اُمت کے آخر کی اصلاح بھی اسی طرح ہوگی جیسے پہلے حصّہ کی اصلاح ہوئی۔"

سورۃ الزمر میں 'کامیابی کا راستہ' قوم فرعون کے ایک بندہ مؤمن کی زبانی بیان ہوا ہے:

﴿ وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۳۸ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ؗ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ

1 فتح المجید شرح کتاب التوحید از شیخ عبد الرحمن بن حسن تمیمی: ۱/۴۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ
اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي
الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ
النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ
بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ ﴾

”اور اس مؤمن شخص نے کہا کہ اے میری قوم! تم میری پیروی کرو، میں تمہیں ہدایت کا راستہ بتلاتا ہوں۔ اے میری قوم! یہ حیاتِ دنیا متاع فانی ہے، اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے۔ جس نے گناہ کیا ہے اسے تو برابر برابر کا بدلہ ملے گا اور جس نے نیکی کی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والا ہو تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور وہاں بغیر حساب رزق پائیں گے۔ اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ شرک کروں جس کا کوئی علم مجھے نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے (معبود) کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ یہ یقینی امر ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو وہ تو نہ دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے نہ آخرت میں، اور یہ (بھی یقینی بات ہے) کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور حد سے گزر جانے والے ہی (یقیناً) اہل دوزخ ہیں۔ پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگراں ہے۔“

ان آیاتِ کریمہ میں اس بندہ مؤمن نے اسلام کی دعوت کو ان چیزوں میں پیش کر کے اسے ہدایت کا راستہ بتایا ہے:

- دنیا مختصر وقت کا سامان، فانی اور آخرت دائمی گھر ہے۔
- ہر انسان کو اپنے اعمال کا سامنا کرنا اور کیے کا نتیجہ بھگتنا ہے، نیک اعمال کرنے والوں کو جنّت کا بدلہ ملے گا، جس میں اُنہیں بلا حساب رزق وانعام دیا جائے گا۔
- میں تمہیں اللہ کی بندگی کی طرف بلاتا اور شرک ونافرمانی سے روکتا ہوں۔
- میری دعوت نجات کی دعوت اور تمہاری دعوت آگ کی دعوت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- تمہاری دعوت کا دنیا میں کوئی مقام نہیں اور آخرت میں بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
- ایک دن تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی، میرے معاملات کا نگران اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

انبیاے کرام علیہم السلام کی دعوت و مشن یہی رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ بھی اسی مشن پر کاربند ہو کر عنقریب دنیا میں اسلام کا بول بالا کریں گے۔ جب اُن کو چند سو مسلمان اللہ جل جلالہٗ کی عبادت و عبدیت کے خوگر مل جائیں گے، جو اللہ کے حکم کو لاگو کرنے کے لیے اپنے رشتوں وناطوں، دنیوی مفادات اور تجارت و معیشت کو خاطر میں نہ لائیں گے، اُن کی اطاعت کاملہ اختیار کریں گے تو دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ 'دورِ نبوی کے ان ۳۱۳ پیروکاروں کو' معاشرے میں سربلندی اور اپنے انعامات عطا کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام کے ذریعے عرب کے بدترین معاشرے کے حالات چند ہی سالوں میں بدل کر، اُنہیں کامیاب فرد و معاشرہ بنا دیا تھا، اسی طرح عنقریب ظلم وزیادتی کی شکار اس دنیا میں چشم فلک اسلام کے عروج کے یہ مناظر دوبارہ دیکھے گی اور ہر کچے پکے گھر میں، عزت دے کر یا ذلّت سے دوچار کر کے، اسلام پوری شان وشوکت سے داخل ہو جائے گا۔

ہر انسان سے اللہ تعالیٰ کا تقاضا اس قدر ہے کہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں دین کو قائم کرے۔ اپنی ذات پر نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور اسلامی اخلاق وآداب کو لاگو کرے، اور اپنے کنبے قبیلے پر یہ دین بقدرِ امکان قائم کر دے۔ اپنے کاروبار، تعلیم وملازمت، میل جول، رشتے ناطے، خرید وفروخت، رویے ورجحان اور فیصلوں میں اسی دین کو اختیار کرے۔ پھر اس چیز کی دعوت اپنے بھائیوں کو دے کہ اس پر اُن کا بھی حق ہے، اچھائی کی دعوت دے، برائی کے خاتمے کی کوشش کرے، اور دین کی جو نعمت اُسے حاصل ہوئی، ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش کرے۔

جب تک ہم اپنے فکر و نظر کے زاویے درست نہیں کرتے، اُنہیں ہدایتِ نبوی سے معمور نہیں کرتے اور قول و کردار کو اس کے مطابق استوار نہیں کرتے، لاکھ سر پٹکتے جائیں، کامیابی ہمارے قدم نہیں چومے گی۔ اگر کامیابی ہو گی تو وہ بھی یک رخی، غیر متوازن، عارضی اور صرف ایک دنیا کی حد تک... اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیت دے اور ہمارے اہل فکر و دانش اور اربابِ اقتدار واختیار کو بھی توفیق مرحمت فرمائے۔

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

2014،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ